www.novelsclubb.com
رعد
از قلم عشاء افضل
Follow us!
Insta:@novelsclubb
FB: Novelsclubb
YouTube:@readwithlaiba

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری،ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842

رعد

از قلم

عشاء افضل

www.novelsclubb.com

رعد

از قلم عشاء افضل

قسط نمبر چھ

دو دن سے وہ اپنے فلیٹ میں ہی موجود تھی۔ روداب کی خراب طبیعت کے باعث شوٹنگ کو دو دن تک ملتوی کر دیا گیا تھا۔ وہ قاتل کا سراغ لگانے اور حدید کا اس سب سے تعلق نکالنے میں اتنی مصروف تھی کہ اس کے علاوہ کوئی کام نہ کر پائی۔ یہاں تک کہ عائشہ اور نانا جان کو کال بھی نہ ہو سکی۔ حیرت تو یہ تھی کہ ان کی طرف سے بھی رابطے کی کوئی کوشش نہ ہوئی۔ آج بوجھل طبیعت کو بہتر کرنے کی نیت سے اس نے چہل قدمی کے لیے سڑک پہ قدم ڈالے۔ ٹھنڈ متوازن تھی مگر اس نے اوور کوٹ کے ساتھ مفلر گلے میں لپیٹ رکھا تھا۔ ٹوپی سے کانوں کو گرم رکھنے کی کوشش کی ہوئی تھی۔

سنہری لٹوں کو چہرے کے اطراف میں پھیلایا ہوا تھا۔ ہیل کے ساتھ چلنا اس کے لیے بالکل مشکل نہ تھا لہٰذا وہ اس وقت بھی ہیل ہی پہنے ہوئے تھی۔ فرق صرف اتنا تھا کہ ہیل کی لمبائی ذرا کم تھی۔ ارد گرد کے لوگوں کو دیکھتے ہوئے وہ بہت سارے مشاہدات میں مگن تھی۔ زیادہ تر لوگ جرمنی ہی کے تھے مگر کچھ دوسرے ممالک کے لوگ بھی موجود تھے۔ مختلف لباس میں ملبوس لوگ ضرورت سے زیادہ ماڈرن نظر آرہے تھے۔ وہاں کی لڑکیوں اور خواتین نے کافی واہیات کپڑوں سے اپنے بدن کو ڈھانپنے کی کوشش کی ہوئی تھی۔ اوپر سے اتنی سردی میں بھی وہ ایسے لباس میں موجود تھیں کہ زخرف نے جھرجھری لی۔

"توبہ ہے۔ ایسا بھی کیا فیشن کہ بندہ بیمار ہی ہو جائے۔" حالانکہ وہ خود بھی ٹک ٹاکر تھی اور اب تو فلم کی ہیروئین بھی تھی۔ وہ الگ بات تھی کہ نانا کے مطابق وہ سیکنڈ لیڈ تھی۔ مگر خیر۔ تھی تو ہیروئین ہی۔

www.novelsclubb.com

دفعتاً اس کے فون پہ بیل ہوئی۔اس نے اوور کوٹ کی جیب سے اپنا فون نکالا۔جس پہ "برہان کالنگ" لکھا جگمگا رہا تھا۔چہرے پہ آنے والی مسکراہٹ بے ساختہ تھی۔اس نے مسکرا کر کال اٹھائی۔

"سونا تم مجھے حیران کرنے سے کب باز آؤ گی یار؟" برہان نے چھوٹتے ہی تجسس کا عنصر شامل کیے حیرت اور خوشی سے پوچھا۔

"کونسا کارنامہ سن لیا ہے تم نے میرا؟" نور نے گویا ہنستے ہوئے پوچھا۔اسے نہیں یاد پڑتا تھا کہ اس نے شوٹنگ کے علاوہ کوئی کارنامہ سرانجام دیا ہو۔وہ الگ بات تھی کہ حدید عالم کو پانی میں پھینکنے والا کارنامہ وہ سراسر فراموش کر چکی تھی۔

"تم نہیں جانتی؟" اس نے ورطہ حیرت میں مبتلا شاک کے عالم میں استفسار کیا۔

www.novelsclubb.com

"ارے بھئی کیا نہیں جانتی۔" سرمئی سڑک پہ پھیلی سفیدی میں اپنی ہیل گھسا کر چلتے پوچھا۔ نظریں ابھی تک ارد گرد کا جائزہ لینے میں مگن تھیں۔

"تمہاری ویڈیو وائرل ہو چکی ہے۔" اس نے گویا اپنی کزن کے علم پہ ماتم کیا۔ جسے پہ نور کو بالکل حیرت نہیں ہوئی۔

"ہاں وائرل ہوئی تھی مگر یہ تو اب کچھ ماہ پرانی بات ہو چکی ہے۔" ارد گرد موجود دوکانوں کے ناموں پہ نگاہ ڈالتے وہ آگے بڑھ رہی تھی۔ خیر سے ان پہ لکھے کچھ نام جرمن زبان میں تھے جو اس کی سمجھ سے بالاتر تھے۔

"میری سونا! تمہاری دو دن پرانی ویڈیو وائرل ہو چکی ہے۔" اس نے نہایت پیار سے رک رک کر بتایا۔

"دو دن پہلے کی کونسی ویڈیو؟" اس نے گویا دماغ پہ زور ڈالنے کی کوشش کی۔ چلتے قدموں کی حرکت البتہ بے حد سست ہو چکی تھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"جب تم نے اپنی ساتھی ایکٹریس کو پانی میں ڈوبنے سے بچایا تھا۔" اس نے مزید اضافہ کیا۔

"اومائی گاڈ" وہ دائیں ہاتھ سے فون کو تھامے اور بائیں ہاتھ سے اپنا سر پکڑے بولی۔

"کیا ہوا؟" وہ جو تسلی بخش صوفہ پہ براجمان تھا فورا کھڑا ہوا۔

"یہ ویڈیو کس نے بنائی؟" وہ اس سے نہیں پوچھ رہی تھی بس خود سے استفسار کر رہی تھی۔

"کسی اچھے انسان نے ہی بنائی ہو گی۔ تمہیں تو اسے دعائیں دینی چاہیئے۔" وہ واپس صوفہ پہ بیٹھتے ہوئے بولا۔ صد شکر کہ کوئی مسئلہ نہیں تھا۔

"اسے تو میں بعد میں دعا دے دوں گی۔"

"تمہیں خوشی نہیں ہو رہی؟"

"ضرور ہوتی اگر میری بہادری کے کارناموں کی ویڈیو بنانے کی بجائے کوئی خود آکر رودابہ کو ڈوبنے سے بچا لیتا۔" آنکھوں میں حدید عالم کا چہرہ آیا تھا۔ چہرے کے زاویے سخت خراب ہوئے تھے۔

"تو تمہارا تو بھلا ہو گیا نا" وہ اب تک اسی بات پہ مصر تھا۔

"دیکھو برہان میں نے رودابہ کو کسی قسم کی شہرت حاصل کرنے کے لیے نہیں بچایا تھا۔ یہ اچانک لیا جانے والا فیصلہ تھا جو صرف اس کی جان کی حفاظت کے لیے تھا۔" جانے کیوں لیکن وہ اسے صفائی دے رہی تھی۔

"تمہاری نیت خالص تھی اسی لیے تو تمہیں اتنا مقام ملا۔ اور ہو سکتا ہے وہاں موجود کسی کو تیراکی نہ آتی ہو۔" اس نے اس کی بات سمجھتے ہوئے جواب دیا۔

"جانتے ہو مسئلہ کیا ہے۔ ان کے سامنے کوئی مر بھی رہا ہو تو بھی یہ اس کے مرتے کی ویڈیو بنا کر پوسٹ کر دیں گے۔ لاکھوں کی تعداد میں لوگ کسی کو مرتا دیکھیں گے۔ کوئی افسوس کرے گا، کوئی کسی ادارے کی غلطی نکالے

گا۔چند گھنٹوں میں وہ ویڈیو وائرل ہو جائے گی۔ لیکن نقصان کس کا ہوا؟اس انسان کا جس کو بچانے کی کوشش تو کی جا سکتی تھی۔اگر ویڈیو بنانے کی بجائے لوگ مل کر مرتے کو بچانے کی کوشش کریں تو ہی اسے انسانیت کہوں گی۔ ایک منٹ کے لیے مان لو وہاں کسی کو تیراکی نہیں آتی ہو گی مگر کم از کم ایمبولینس کو کال کرنے کے علاوہ وہ کسی رسے کی مدد سے اس کو کھینچنے کی کوشش تو کر ہی سکتے تھے یا کچھ اور۔افسوس کہ انسانیت ہر جگہ ہی ناپید ہو چکی ہے۔" اپنا نظریہ پیش کرنے کے بعد وہ آخر میں افسردہ ہوئی۔اسے جرمن لوگوں سے بھی اتنی بے مروتی کی امید نہ تھی۔

www.novelsclubb.com

"ہر کوئی تمہاری طرح رحم دل نہیں ہوتا سونا" وہ دھیمے لہجے میں بولا۔

"تم سے کس نے کہہ دیا کہ میں رحم دل ہوں؟" اب دوبارہ اس کے قدموں کی رفتار بڑھ چکی تھی۔

"تمہارے اعمال یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں۔"

"اعمال پہ مت جاو برہان۔ یہ محض دکھاوا ہوتے ہیں۔اور کیا معلوم جو باتیں میں نے ابھی کیں وہ بھی صرف ایک دکھاوا ہو۔"

"تو مجھے کہنا پڑے گا کہ یہ دکھاوا اتنا حسین ہے کہ کوئی پوری عمر اسی سراب میں گزار دے۔"

وہ اس 'کوئی' کو واضح نہ کر سکا۔

"باہر جا کر باتیں آگئی ہیں تمہیں۔" وہ مصنوعی برہمی سے بولی۔

"اونہوں۔ یہ باتیں تو میں پاکستان میں بھی کر سکتا تھا۔"

"پھر ایویں ماموں کے اتنے پیسے برباد کیے۔" وہ ہنستے ہوئی گویا ہوئی۔اس کی آنکھیں بھی مسکرا رہی تھیں۔

"تم ہی تو کہتی ہو کہ پیسہ برباد کرنے کے لیے ہی ہوتا ہے۔" وہ اسی کی بات کا حوالہ دینے لگا۔

"بات تو سچ ہے مگر بات ہے رسوائی کی" وہ فوراً بولی اور وہ دونوں اس بات پہ کھلکھلا کر ہنسے تھے۔

اسے اس وقت چائے کی طلب ہو رہی تھی۔ برہان سے بات کرنے کے بعد اس کا موڈ کافی خوشگوار ہو چکا تھا۔ چائے کی طلب اسے فوڈ کارنر کا چکر لگوا رہی تھی۔ وہ ایک کیفے تلاش کر چکی تھی جہاں اسے اس کی مطلوبہ شے مل سکتی تھی۔ آرڈر نوٹ کروانے کے بعد وہ ایک خالی ٹیبل کی جانب بڑھی۔ کیفے کے ایک ٹیبل پہ موجود دو لوگوں نے اس کو اوپر سے نیچے تک گھورا۔ ان میں سے ایک نے فون پہ موجود تصویر کو دیکھا اور دوسرے کو آنکھ سے اشارہ دیا۔

ایک ٹیبل کی کرسی پہ بیٹھ کر اس نے فون کو اوور کوٹ کی جیب سے نکالا۔ اس کا عائشہ کو کال کرنے کا ارادہ تھا۔ مگر عین اسی لمحے ان میں سے ایک شخص چلتا ہوا اس کے پاس آیا۔

"ایکسکیوز می؟"

"یس" اس نے نا سمجھی سے نووارد کو دیکھا۔

"آپ زخرف نور ہیں؟" اس نے انگریزی زبان میں اس سے استفسار کیا۔

"یس"

"آپ کی ویڈیو دیکھی تھی جس میں آپ نے اپنی ساتھی اداکارہ کو بچایا۔ میں تو آپ کا فین ہو گیا۔ آپ کو تیراکی بھی آتی ہے۔ ورنہ ٹک ٹاکرز تو کافی نازک ہوتے ہیں۔"

نور کے دماغ میں کچھ کلک ہوا۔ یہ شخص نہ تو جرمن تھا نہ ہی برٹش۔ کیا وہ واقعہ پھر سے رونما ہو رہا تھا؟ کیا وہ پھر سے بیوقوف بنائی جانے والی تھی؟

لیکن اب کی بار شاید وہ حدید عالم کے نہیں کسی اور کے ہاتھوں بیوقوف بننے والی تھی۔

"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔وہ کوئی اور ہو گی۔"اس نے فوری اپنی شناخت رد کی۔اس شخص کی نظریں بہت عجیب تھیں۔سفاکیت سے بھرپور۔اس نے ایک نظر جب پچھلے ٹیبل کی طرف ڈالی تو ایک شخص کو خود کو گھورتے پایا۔وہ شخص بھی اس نووارد جیسا ہی تھا۔نہ جرمن نہ برٹش۔اس نے یہاں سے اٹھنے میں ہی عافیت جانی۔

اس شخص کو گمراہ کرنے کی کوشش کرنے کے فوراً بعد وہ کرسی سے اٹھی۔یہ شخص حلیے سے ہی اسے مشکوک لگ رہا تھا۔اس کی گٹ فیلنگ اسے بار بار کہہ رہی تھی کہ یہاں سے چلو۔وہ یہاں سے جانا چاہتی تھی۔

www.novelsclubb.com

"ارے کہاں جا رہی ہیں محترمہ؟"وہ شخص اس کے پیچھے پیچھے آیا۔

"تم میرے پیچھے کیوں آ رہے ہو؟"اپنی ساری ہمت یکجا کر کے پوچھا۔

"کیونکہ تم سے کچھ حساب نکلتے ہیں۔"

وہ شخص اب اردو میں بولا تھا اور زخرف کی آنکھوں کے پار وہ حادثہ لہرا گیا جب ایک گاڑی اس سے ٹکرانے والی تھی۔اس نے اس شخص کی پشت پہ کھڑے مرد کو دیکھا۔جو مکروہ ہنسی ہنس رہا تھا۔وہ اس صورتحال کو تنہا نہیں سنبھال سکتی تھی۔اسے جلد از جلد کسی کو آگاہ کرنا تھا۔مگر کس کو؟

توصیف؟ نہیں وہ اپنے فلم ڈائریکٹر کو اپنے ذاتی معاملے میں نہیں لانا چاہتی تھی۔

شہروز بخت؟ نہیں وہ اس کی نظر میں مشکوک فرد تھے۔

حدید عالم؟ نہیں۔۔۔ہاں

نہیں وہ اس سے مدد نہیں لے گی۔مر کر بھی نہیں۔

وہ اسی سوچ میں غلطاں تھی جب اسے اپنے پاس سے ایک آواز سنائی دی۔

www.novelsclubb.com

"مادام آپ نے مجھے بلایا تھا۔" سوچوں کے بھنور میں پھنسی نور نے جھٹکے سے پلٹ کر نووارد کو دیکھا۔ آنکھوں میں حیرت در آئی۔ اس نے تو کسی کو نہیں بلایا تھا مگر وہ شخص جو اسے یہ کہہ رہا تھا ہاں اس نے اسے دیکھ رکھا تھا۔ اس نے دماغ پہ کچھ زور ڈالا جس کے نتیجے میں دماغ میں کچھ کلک ہوا۔

وہ وہی پرکشش مرد تھا جو پچھلی ملاقات میں اسے ڈانٹ رہا تھا۔ اسے پاگل کہہ رہا تھا۔ اسے جانے کے لیے بھی کہہ رہا تھا۔ جو اپنے دوست سے اس کا حال پوچھ رہا تھا۔ نور نے دوسری طرف دیکھا۔ وہ دونوں مرد وہاں سے غائب ہو چکے تھے۔ اس نے سکھ کا سانس بھرا۔ چہرے کی اڑی رنگت کچھ بحال ہوئی۔ دل کی رفتار جو بڑھی ہوئی تھی وہ کچھ دھیمی ہوئی شاید وہ اس نووارد کی موجودگی کے باعث جا چکے تھے۔ ڈھیروں سکون اس کے چہرے پہ رقص کناں ہوا۔ مگر اسے اپنا بھرم سلامت رکھنا تھا۔

"تم؟ تم وہی ہو نا۔۔۔" انگلی اس کی طرف کر کے وہ غالباً اگلے الفاظ ادا کرنے کی نیت کیے ہوئے تھی۔ مگر زید نائک کو اپنی شان میں الفاظ سننے کی بجائے کہنے زیادہ پسند تھے۔

"ہاں ہاں میں وہی ہوں۔ برلن کا سب سے ہینڈسم لڑکا جس سے بات کرنے کے لیے برلن کی ہر لڑکی۔۔۔ اوپس سوری ہر امیر لڑکی ترستی ہے۔"

چہرے پہ شرارتی اور فخریہ مسکان سجائے وہ بہت محظوظ انداز میں اپنا تعارف کروانے لگا۔ نور نے اس بار غور سے اس ہینڈسم لڑکے کو دیکھا۔ کریم ٹی شرٹ کے ساتھ بھوری جیکٹ اور نیلی جینز پہنے وہ شخص بھوری آنکھوں کا مالک تھا۔ اس کے بال سیاہ تھے مگر ان میں بھورا عکس پڑتا تھا۔ سفید گوری رنگت کے ساتھ چہرے پہ چھائی مخصوص مسکراہٹ اسے واقعتاً خوشنما بنا رہی تھی۔ وہ چہرے سے ہی خوش اخلاق معلوم ہوتا تھا۔ مگر اسے اس کی خوبصورتی میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

www.novelsclubb.com

"تم اس وقت یہاں کیا کر رہے ہو؟" وہ مشکوک انداز میں گویا ہوئی۔ پہلے ایئرپورٹ پہ اس کے دوست نے اسے بیوقوف بنایا تھا اور اب کہیں یہ تو نہیں؟

"کیا مطلب ہے کیا کر رہا ہوں؟ آف کورس ایک امیر لڑکی کی تلاش میں کوشاں ہوں۔ تمہیں ملے تو بتانا۔" اس کے کان کے کچھ قریب ہوتے لاپرواہی والی خبر نہایت دلچسپی سے سنائی۔ جس پہ نور نے دانت کچکچائے۔

"تم نے یہ کیوں کہا کہ میں نے تمہیں بلایا؟" وہ اب بھی اس پہ شک کر رہی تھی۔ ایک بار دھوکا ہو جانے کے بعد دوبارہ ایسے ہی کسی دھوکے کا شکار ہوتی تو کم از کم خود کو ذہین تو نہ کہہ پاتی۔ اور بیوقوف کہلوانا اسے بالکل پسند نہ تھا۔

"یا خدا! مطلب تمہیں نہیں پتا کہ میں نے ایسا کیوں کہا؟" زید نے اس کی عقل پہ ماتم کیا۔ یا تو وہ لڑکی بقول حدید کے سچ میں بیوقوف تھی یا حدید کی طرح بے مروت۔

"نہیں۔ تم بتاو" اپنی لینز سے سجی آنکھوں سے اس کے چہرے کے تاثرات جانچتے ہوئے پوچھا۔

"میں تم سے فلرٹ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔" وہ منہ بسور کر بولا۔ اس کی ساری نیکی کا کباڑا کر رہی تھی یہ لڑکی۔

"تمہارے اس ہینڈسم چہرے کا برا حال کر دوں گی۔" لہجہ سخت دھمکی کا عنصر لیے ہوئے تھا۔ حسین چہرے پہ تپش عیاں ہو رہی تھی۔ ان الفاظ پہ وہ ایک تھپڑ کا تو مستحق تھا۔

"یہی اگر ان دونوں کو کہا ہوتا تو مانتا کہ تمہاری دھمکی میں دم ہے۔" اسے کوئی خاطر خواہ فرق نہیں پڑا تھا۔ آفٹر رول اتنے پیارے لڑکے کا چہرہ کون بگاڑ سکتا تھا؟

"صاف دیکھا جا سکتا تھا کہ وہ تمہیں ہراس کر رہے تھے۔ یا شاید ڈرا رہے تھے۔ میں نے تمہاری مدد کی۔" اس نے وضاحت پیش کی۔ نور خاموش رہی۔ وہ چند منٹ پہلے ہونے والے واقعے کو سوچ رہی تھی۔

"شکریہ" جانے کیسے لیکن وہ اس کی مشکور تھی۔ اگر وہ موقع پہ نہ پہنچتا تو یقینا کچھ غلط ہو سکتا تھا۔

"میں ضرور تمہارا شکریہ قبول کرتا لیکن تم نے میرے دوست کو پانی میں پھینک کر اچھا نہیں کیا۔" وہ افسوس سے بولا۔ اسے اس کے دوست کو دریا میں نہیں پھینکنا چاہئے تھا۔

"وہ اسی کا مستحق تھا۔" اس نے دانت کچکچا کر کہا۔ اسے اس وقت کم از کم اس کے دوست کی بات نہیں سننی تھی۔

"وہ اس سے زیادہ سزا کا لائق ہے۔" زید نے اپنا تجزیہ پیش کیا۔ جسے پہ نور کا حیران ہونا اٹل تھا۔

www.novelsclubb.com

"تم پکا اس سے دوست ہو؟" وہ دوبارہ مشکوک ہوئی۔ ماتھے پہ بل ڈالے اس سے دوستی کی سند مانگی۔

"تمہیں کوئی شک ہے کیا؟" جیکٹ کے کالر جھٹک کر کہا۔

"اب ہو رہا ہے۔" ماتھے پہ بل ڈالے بولی۔

"بات پرسنل ہے پر چلو تمہیں بتا دیتا ہوں۔ لیکن پہلے کیفے چلو۔ میں کافی پینے آیا تھا۔" وہ یوں بولا گویا دونوں بچپن کے دوست ہوں۔ اور وہ ابھی یونیورسٹی کے کسی لیکچر کو ڈسکس کرنے والے ہوں۔

"میں کافی نہیں پیتی۔" اس نے صاف انکار کیا۔

"لیکن پلا تو سکتی ہو نا۔ آج کی کافی تمہارے پیسوں سے۔" سہولت سے کہا۔

زبردستی کسی کی جیب سے پیسے کیسے نکلوانے ہیں یہ وہ بخوبی جانتا تھا۔

"کس اعزاز میں؟" آنکھیں چھوٹی کر کے اس کو گھور کر پوچھا۔

www.novelsclubb.com

"تم کیا صرف کسی اعزاز پہ کافی پلاتی ہو۔"اس نے اس سنہری بالوں والی لڑکی کو اچنبھے سے دیکھا۔

"ہاں"

"تو چلو اس اعزاز میں پلاؤ کہ برلن کا سب سے ہینڈسم لڑکا تم سے کہہ رہا ہے۔" گردن اکڑا کر کہا۔ گویا یہ اعزاز ورلڈ ریکارڈ میں درج تھا۔

"یا خدا! مجھے صبر دے۔"اس نے بمشکل خود کو کچھ کہنے سے باز رکھا۔

"اور مجھے شادی کے لیے لڑکی۔۔۔اوپس سوری امیر لڑکی" زید نے فوری ہاتھ اٹھا کر اپنے لیے دعا مانگی۔ کیا معلوم قبولیت کا وقت ہو؟ وہ رسک نہیں لے سکتا تھا۔

زید نے ہاتھ آگے کرتے اسے اندر کی طرف اشارہ دیا جس پہ وہ تھوڑی سی مروت دکھاتے اندر کو بڑھی۔ وہ ارد گرد نگاہ دوڑاتے اس کے پیچھے اندر کو ہو

لیا۔ زید نے اپنا آرڈر نوٹ کروایا۔ جبکہ زخرف کی چائے جو وہ نوٹ کروا کے گئی تھی وہ ابھی تک سرو نہیں ہوئی تھی سو اس نے آرڈر نوٹ نہیں کروایا کیونکہ جانتی تھی کہ وہ خود ہی چائے لے آئیں گے۔

"تم کچھ نہیں پیو گی؟"

وہ اس کو خاموشی سے کھڑا دیکھ پوچھے بنا نہ رہ سکا۔

"نہیں" ٹھنڈا لہجہ۔

"اب اتنی بھی کیا کنجوسی۔ انسان خود پہ بھی پیسے نہیں لگائے گا تو کیا کرنا ایسے پیسوں کا۔" اس نے گویا عظیم مشورے سے نوازا۔ اور پھر ایک ٹیبل کی طرف بڑھا۔ وہ اس کے پیچھے اس ٹیبل کی طرف آئی۔

"تمہارے مشورے پہ عمل کروں گی۔" کھلا طنز تھا مگر مقابل کو کونسا فرق پڑتا تھا۔ اس کی بلا سے وہ کھلا طنز کرتی یا پیک طنز

دونوں ٹیبل پہ بیٹھ چکے تھے۔خاموشی کالمبا وقفہ دونوں میں حائل ہوا۔

ویٹر ٹیبل پہ چائے اور کافی سرو کرنے لگا۔زید کے سامنے کافی کا مگ رکھنے کے بعد اس نے نور کے سامنے چائے کا کپ رکھا۔

"کتنا جھوٹ بولتی ہو تم" اس کے سامنے پڑے چائے کے کپ پہ نظر ڈال کر گھور کر کہا۔

"اگر یہ کامپلیمنٹ ہے تو شکریہ۔اور اگر طنز کی کوشش تو مبارک ہو کیونکہ مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" زید نے اسے غور کر دیکھا۔وہ اس سے زیادہ ڈھیٹ تھی۔

"امپریسو"

وہ یقیناً اس کی لاپرواہی سے محظوظ ہوا تھا۔وہ حدید کی طرح جواب دیتی تھی۔

www.novelsclubb.com

"اچھا میں تمھیں بتا رہا تھا کہ ایک دفعہ حدید نے۔۔۔"کافی کا گھونٹ بھرنے کے بعد اس نے اپنا واقعہ سنانا چاہا۔

"مجھے تمہارا حدید نامہ نہیں سننا۔"اس نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روکا۔ پھر چائے کا گھونٹ بھرا۔ آہ۔۔۔جب چائے کے قطرے خوراک کی نالی سے گزر کر معدے تک گئے تو پورے جسم کو قرار آگیا۔ ٹھنڈ میں یہ گرم چائے اتنی سرور بخش تھی کہ حد۔

"مجھے لگا تم اس لیے رکی ہو۔"

"ہر گز نہیں۔ تم نے میری مدد کی اور میں قبول کرتی ہوں۔ بس اسی لیے رکی ہوں۔"

"پیسے تم ہی دو گی۔"اس نے باور کروایا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"ہاں میں ہی دوں گی۔"اس بار وہ مسکراہٹ نہ روک پائی۔اسے یہ شخص کافی دلچسپ لگا تھا۔

"پھر ٹھیک ہے۔"

وہ سکون سے کافی پینے لگا۔زخرف نور کی کمپنی اچھی ثابت ہو رہی تھی اس کے لیے۔

آفس کے گرم ماحول میں میٹنگ کرنے کے بعد وہ ڈینیل رچرڈ سے ہاتھ ملا رہا تھا۔

"یہ پروجیکٹ ہمارے تعلقات کو مزید گہرا کرے گا مسٹر حدید"

ڈینیل رچرڈ نے مسرت کا مظاہرہ کیا۔

"امید ہے کہ آپ وفاداری کا ثبوت دیں گے۔" اس نے لگی لپٹی کے بغیر کہا۔

"آپ کو اب بھی شک ہے؟" وہ حیرت سے بولا۔ کیونکہ وہ ان کا بہت پرانا کلائنٹ تھا۔ اس پہ شک کرنا نہیں بنتا تھا۔

"یاد دہانی کروا رہا ہوں۔"

"یاد رہے گا۔"

وہ اسے آفس کے باہر تک چھوڑنے آیا۔ ڈینیل رچرڈ گاڑی میں بیٹھا تو وہ واپس اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔ دروازہ کھولا تو سربراہی کرسی پہ اس کو دیکھ کر لمبا سانس بھرا۔ یہ شخص اب یہاں کیا کر رہا تھا۔

"آؤ اسے اپنا ہی آفس سمجھو۔" سربراہی کرسی کی پشت پہ ٹیک لگا کر جھولتے ہوئے وہ بہت مروت سے بولا۔

"یہ بات میں تم سے نہیں کہوں گا۔"

"تمہیں مجھ سے مروت نبھانے کی کلاسز لینی چاہئے۔" وہ کرسی پہ ٹیک لگاتے ہوئے بولا۔

"اور تمہیں مجھے سے کچھ مینرز کی کلاسز لینے کی ضرورت ہے۔" اپنے ٹیبل پہ پڑے لوازمات کی ترتیب خراب دیکھ کر وہ کڑھتے ہوئے بولا۔

"میں آنلائن کلاسز لوں گا۔" وہ اٹل لہجے میں بولا۔

"کوئی خاص وجہ؟" وہ اس کی فضول منطق سننا چاہتا تھا۔

"ہاں نا تم بولتے جاؤ گے اور میں دوسرے کمرے میں جا کر سو جاؤں گا۔" وہ اس کے منہ پہ ہی اس کا مذاق بنا رہا تھا۔ مگر اسے فلحال اس سب کی پرواہ نہیں تھی۔ وہ ابھی کسی اور ہی فکر میں تھا۔

www.novelsclubb.com

"وہ ٹھیک ہے؟"اس کے لیے اپنی فکر کو چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے سرسری سا پوچھا۔

"ہاں"اس نے بھی مزید تنگ نہیں کیا۔

"معلوم ہوا وہ دونوں کون تھے؟"وہ اس کے سامنے موجود کرسی گھسیٹ کر بیٹھ چکا تھا۔

"پتا کر لوں گا۔"

"جس گاڑی کا نمبر تمہیں نوٹ کروایا تھا اس کا کچھ علم ہوا۔"

"گاڑی تو مل گئی ہے مگر وہ چوری شدہ تھی۔اس کے اصل مالکان تک پہنچادی گئی ہے۔مگر وہ شخص کون تھا اس کا تاحال علم نہیں ہو سکا۔لیکن جلد ہی ہو جائے گا۔"وہ اسے سارا حال احوال بتاتا گیا۔

"گڈ۔اب چلو یہاں سے۔مجھے کام ہے۔"

اپنا کام نکلوا کر وہ اسے دفع ہونے کو کہہ رہا تھا۔

"تم نے آج مجھے ڈنر کے لیے بلایا ہے حدید۔ تم بھول کیوں رہے ہو؟" اس نے اس معصوم پہ الزام دھرا۔

"اور میں تمہیں ڈنر کیوں کرواؤں گا؟" وجہ بھی تو جاننی تھی۔

"کیونکہ میں نے تمہاری جان بچائی۔" کرسی سے ٹیک چھوڑی کر آگے کو ہو کر کہا۔

"اچھا اور وہ کب؟"

"اس دن بھی اور آج بھی" رازدانہ انداز میں گویا ہوا۔

"شٹ اپ زید"

"تم سے تو وہ جذباتی لڑکی اچھی ہے۔ آج اس نے مجھے کافی پلائی۔" وہ موضوع کو یکسر تبدیل کرتے ہوئے بولا۔

"تم نے زبردستی پی ہو گی۔" وہ اس کی رگ رگ سے واقف تھا۔

"بالکل اور اسی طرح اب میں تمہارے پیسوں سے زبردستی ڈنر کروں گا۔"

ڈھٹائی تو ختم شد تھی اس انسان پہ

"تم نے مجھے لنچ کروانا تھا زیدوہ بھی اپنے باس کے دیے گئے بونس سے۔"

اس نے اسے یاددہانی کروائی۔ البتہ لہجہ طنزیہ تھا۔

"ضرور کرواتا مگر وہ اتنے زیادہ ہیں کہ سوچ رہا ہوں بزنس کرلوں۔" وہ

طنزیہ بولا۔

"ناشکرے ہو تم" وہ اس کی بات کا مفہوم سمجھتے مسکرا کر بولا۔

"اور تم تو جیسے شکرانے کے نفل ادا کر کے آرہے ہو۔"

وہ منہ بسور کر بولا۔ اسے اس کا بوس بالکل پسند نہیں تھا۔ یا شاید اسے اپنی

نوکری سے ہی مسئلہ تھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"تم جاوگے تو وہ بھی کر لوں گا۔"

"کر لینا مگر پہلے مجھے ڈنر کرواو۔ چلو شاباش" وہ کرسی سے اٹھ کر اس کے قریب آیا۔

"زید میں۔۔۔"

"مجھے زخرف کے متعلق کچھ بات کرنی ہے۔" اس بار زید سنجیدہ تھا۔

"چلو"

اب اس کے انکار کے سارے جواز ختم ہو چکے تھے۔

وہ زید کے ہمراہ ریسٹورنٹ میں موجود تھا۔ یہ ڈنر بقول زید، حدید اپنی خوشی کے ساتھ اسے کروا رہا تھا۔

"اب بتا بھی دو کہ کیا ضروری بات تھی۔" وہ اس کو کب سے ٹھونستا دیکھ اکتا چکا تھا۔ بیزاری اس کے چہرے سے ہی واضح ہو رہی تھی۔

"اس کے ماموں یعنی کہ ہمایوں کمال مجھے کچھ مشکوک لگتے ہیں۔" بالآخر اس نے بلی تھیلے سے باہر نکالی۔

"تمہیں لگتا ہے کہ وہ زخرف پہ حملے کروا رہے ہیں؟" ٹیبل پہ آگے کو ہوتے ہوئے اس سے پوچھا۔ چہرہ سپاٹ تھا۔ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ اسے اس بات سے دھچکا لگا تھا یا نہیں۔

"شاید ہاں یا شاید نہیں" وہ خود بھی جز بز تھا۔

"تمہیں ایسا کیوں لگ رہا ہے؟" اب کہ وہ سیدھا ہوا۔

"وہ۔۔۔"

"حدید"

اس سے پہلے کہ زید اپنی بات مکمل کرتا ان کے ٹیبل کے پاس آتے ہی ایک شخص گویا ہوا۔ دونوں نے بیک وقت آنے والے کو دیکھا۔ حدید کو اس شخص کا چہرہ دیکھ سخت کوفت ہوئی مگر وہ چھپا گیا۔ آفٹر رول وہ ایک اچھا اداکار تھا۔

"حدید عالم"

اب نووارد نے اسے اس کے پورے نام سے مخاطب کیا۔ جس پہ حدید نے اسے انتہائی بیزاریت سے دیکھا۔

"کیا تم ہمیں اکیلا چھوڑو گے بچے"

مقابل نے ادب کا مظاہرہ کرتے ہوئے مسکرا کر زید کو یہاں سے جانے کو کہا۔ جس پہ اس نے ایک نظر حدید کو دیکھا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ یہ کون ہے اور اسے حدید سے کیا بات کرنی ہے۔ حدید نے سر کو ہلکا سا خم دیا جس کو سمجھتے وہ کرسی سے اٹھا۔ کھانا چھوڑنا مشکل تھا۔ لٰہذا اسے سخت غصہ آ رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

"شیور" مسکرا کر مقابل سے کہا۔وہ الگ بات تھی کہ مسکراہٹ نہایت غصیلی تھی۔جس پہ مقابل نے اس کے کندھے پہ تھپکی دی اور زید دوسرے ٹیبل پہ جا کر بیٹھ گیا۔اس ٹیبل سے وہ ان کی گفتگو تو سن نہیں سکتا تھا مگر تاثرات ضرور بھانپ سکتا تھا۔

"مجھے تو پہچان لیا ہو گا۔"انہوں نے کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے نہایت وثوق سے کہا۔

www.novelsclubb.com

"پہچان تو واقعی چکا ہوں۔"ٹھنڈا لہجہ۔سرد جواب

"انٹرسٹنگ"وہ محظوظ ہوئے تھے۔

"ویسے ابراہیم پہ جادو کیا ہوا ہے تم نے۔"وہ اس کے اور ابراہیم کے تعلق سے واقفیت رکھتے دکھائی دے رہے تھے۔

"تمہیں بھی سیکھنا ہے؟"

حدید نے ابرو اچکا کر پوچھا۔

"کیوں نہیں۔ لیکن پہلے فیس بتا دینا۔ میں نے سنا ہے بزنس مین کسی کو ایک پیسہ نہیں چھوڑتے۔" وہ اس کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے طنزیہ بولے لیکن لہجہ۔۔۔وہ سراسر مذاق سے لبریز تھا۔

"اور میں نے دیکھا ہے کہ کرنل ملک کا ایک پیسہ نہیں چھوڑتے۔" اس نے ان کے چہرے کو نگاہوں میں رکھتے دوبدو کہا۔

"اپنے باپ کی طرح سچ بولتے ہو۔" وہ خاصا متاثر ہوئے تھے۔

"لیکن اپنے باپ کی طرح کسی پہ اعتبار نہیں کرتا۔" اپنی خوبی گنوانا اشد جانا۔

"تمہاری یہی عادت تمہاری کامیابی کی وجہ ہے۔" وہ اس کی تعریف بھی کر رہے تھے۔

"اور میری یہی عادت تمہاری ناکامی کی وجہ بنے گی شہروز بخت۔" سکون سے کہا پھر ایسپریسو کا گھونٹ بھرا۔ رگوں تک توانائی دوڑی تھی اس کا

www.novelsclubb.com

گھونٹ بھرتے ہی۔

"بڑوں کو ان کے نام سے نہیں بلاتے بچے۔" وہ اسے نصیحت بھی کر رہے تھے۔

"اور چونتیس سالہ مرد کو بچہ نہیں بلاتے کرنل صاحب" ان کے عہدے پہ خاصا زور دیتا لہجہ تھا۔ کرنل صاحب کے موبائل پہ بیپ ہوئی۔

"اپنا قیمتی وقت دینے کا شکریہ۔بہت جلد ملاقات ہو گی۔" غالباً وہ مصروف تھے لیکن اچانک یہاں سے گزرتے ہوئے اس کو دیکھ بیٹھے تھے۔اسی لیے واپسی کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔

www.novelsclubb.com

"ملاقات کی خواہش نہیں ہے۔" مروت نبھانے کی رتی برابر بھی کوشش نہ کی۔

"خواہش کس کمبخت کو ہے۔ملاقات تو ضروری ہوتی ہے۔نہیں؟" مسکرا کر کہا اور کرسی سے اٹھ کھڑے ہوئے۔پھر اس کے کان کے پاس جھکے۔

"اپنے باپ جیسے مت بننا حدید عالم۔ سراسر نقصان اٹھاو گے۔" آخر میں اس کو مشورے سے نواز کر وہ چلے گئے۔اور یہ بات حدید عالم کو گہری کھائی میں پھینک گئی تھی۔

اسے جیل لے جایا جارہا تھا۔وہ چیخ رہا تھا، چلا رہا تھا کہ وہ بے قصور ہے مگر کوئی اس کی بات نہیں سن رہا تھا۔

"میں یہ سب کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔آپ میری بات کیوں نہیں سن رہے۔"

وہ تڑپ رہا تھا۔اس کی معصومیت سے بھرپور آنکھوں میں آنسوؤں کی برسات جاری تھی۔اس پہ اتنا بڑا بہتان لگادیا گیا تھا۔کجا کہ اس بہتان سے بری الذمہ ہونے کے لیے بھی اس کے پاس کوئی ثبوت نہ تھا۔زندگی میں اس سے زیادہ بے بسی اس نے کبھی محسوس نہیں کی تھی۔

"شکل سے کتنا معصوم لگتا ہے۔ کرتوت دیکھ ذرا اس سے۔" پولیس وارڈن نے اس کو جیل میں پٹختے ہوئے ساتھی پولیس والے سے کہا تھا۔

"میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں میں نے یہ سب نہیں کیا۔" اس نے شدت سے چیخ کر اپنی بے گناہی کا مظاہرہ کرنا چاہا۔ جس پہ مقابل نے ایک زوردار تھپڑ اس کے چہرے پہ دے مارا۔ وہ کمزور تھا۔ اس بھاری طمانچے نے اسے زمین بوس کر ڈالا تھا۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیا تھا۔

جیل کا اندھیرا اسے خوفزدہ کر رہا تھا۔ تنہائی کے ساتھ وحشت شامل ہو کر اسے اذیت دے رہی تھی۔

اس دن وہ مجرم نہ تھا مگر اب وہ انہیں جرم کر کے دکھانے والا تھا۔

اس دن وہ بے گناہ ہوتے ہوئے جیل کی قید میں پھینک دیا گیا تھا۔ اور اب وہ اسی اندھیرے کو ان سب کا مقدر بنانے کا تہیہ کیے ہوئے تھا۔

www.novelsclubb.com

اس نے آنکھیں کھولیں۔ ماضی، ماضی میں ہی رہ گیا۔ حال آنکھوں کے سامنے در آیا۔ کئی منازل طے ہوئیں۔ کئی حادثے آنکھوں میں جم گئے۔

برلن کے ریسٹورنٹ کے مخصوص ٹیبل کی کرسی پہ بیٹھا ہوا حدید عالم کمزور نہ تھا۔ اور اس کو کمزور سمجھنے والا نہایت بیوقوف تھا۔

وہ ہر اس انسان سے انتقام لینے والا تھا جس نے اس کی معصومیت چھینی تھی۔ جنھوں نے اس کے اور اس کے باپ کے ساتھ زیادتی کی تھی وہ انہیں وہاں پہنچنے گا جہاں انہیں پانی بھی نہ ملے گا۔ انجام کی پرواہ کیے بغیر وہ اس سیڑھی پہ کئی برس پہلے ہی قدم دھڑ چکا تھا۔ اب تو نتائج کا وقت تھا۔

اس نے بل کے پیسے ٹیبل پہ رکھے اور وہاں سے واک آؤٹ کر گیا۔

زید نائک اس کی سنجیدگی سے خوفزدہ ہوا تھا۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

اپنے کمرے میں آکر وہ کافی پر سکون محسوس کر رہی تھی۔ چھت تحفظ دیتی ہے یہ بات اس نے آج شدت سے محسوس کی تھی۔ لیکن گزشتہ واقعہ اسے مزید الجھنوں میں مبتلا کر رہا تھا۔

"اس دن ائیر پورٹ پہ جو ہوا وہ اتفاق نہیں تھا۔" وہ خود سے مخاطب تھی۔ کیونکہ حدید کی باتوں سے صاف ظاہر تھا کہ اس دن بھی وہ سب جانتا تھا اور اس کے پاسپورٹ کا گم ہونا اور پھر حدید عالم کے ہی ہاتھ آنا، سب جانتے بوجھتے بھی اس کا نور کو اجنبی نگاہوں سے دیکھنا اور خاص طور پر وہ لڑکی جو اس سے آکر ملی۔ سب کڑیاں مل رہی تھیں۔ آج بھی اسی طرز کا واقع رونما ہوا تھا۔ اس کا شک کرنا اور وہ بھی حدید پہ یہ تو عام سی بات تھی۔

"آج جو ہوا وہ بھی اتفاق نہیں ہو سکتا۔" وہ تمام واقعات کو مد نظر رکھتے تجزیہ کرنے میں مشغول تھی۔

"حدید کے دوست کی وہاں موجودگی مجھے ابھی تک کھٹک رہی ہے۔" وہ شک و شبہات میں مبتلا تھی۔

اسے برلن کے لوگوں پہ یقین نہیں کرنا تھا۔اور وہ یقین نہیں کرے گی وہ یہ سوچ چکی تھی۔

"لیکن وہ دوبارہ بالکل اسی طرز کی پلاننگ کیوں کرے گا۔وہ ایک کامیاب بزنس مین ہے۔تو ذہین بھی ہو گا۔ایک ہی چال کو دو بار نہیں چل سکتا۔"

کافی دیر وہ جوڑ توڑ کرتی رہی۔ لیکن کوئی سرا ہاتھ آ کے نہیں دے رہا تھا۔کیا کوئی تھا جو اس سے دشمنی نبھا رہا تھا؟

اب وہ سوچ سوچ کر بیزار ہو چکی تھی۔

www.novelsclubb.com

اسے بھوک لگنے لگی۔ کیونکہ ذہنی تھکاوٹ سے انسان کو بہت جلد بھوک لگتی ہے۔ اس نے انٹرکام اٹھا کر کھانا آرڈر کیا۔ کھانا آیا تو وہ سکون سے کھانے لگی۔

"مجھے اپنی وائرل ویڈیو بھی تو دیکھنی تھی۔" کھانا کھاتے ہوئے اسے اچانک خیال آیا۔ اس نے بمشکل کھانا ختم کیا۔ شہرت کی لت بے حد خطرناک شے ہوتی ہے اور وہ جانتے نا جانتے اسی کا شکار ہو رہی تھی۔ دنوں میں ملتی کامیابیاں اسے شہرت کے لیے مزید بھوکا بنا رہی تھی۔ اس نے جلدی سے سوشل میڈیا کھولا۔ ڈھیروں پیغامات موجود تھے۔ طلحہ کا پیغام پڑھ کر وہ بے ساختہ مسکرائی۔

www.novelsclubb.com

"ساری خبریں سب سے پہلے اسے پہنچتی ہیں۔" وہ مسکرا کر اب اگلا پیغام پڑھ رہی تھی۔ پیغامات دیکھنے کے لیے وہ سکرین کو سکرول کرتی رہی اور پھر ایک نام پہ آ کر تھم گئی۔

"بابا کے بابا"

کئی ماہ بیت چکے تھے۔انہوں نے اس سے کوئی رابطہ نہیں کیا تھا۔وہ ان سے ناراض تھی۔اگر منسٹر دانیال کمال میں اس کی جان بستی تھی تو محمود آغا میں اس کا سکون تھا۔وہ ایک کی نواسی تھی تو دوسرے کی پوتی۔وہ ان دونوں کو عزیز تھی۔اور وہ دونوں اسے عزیز تھے۔

"کیا میں خود کال کروں ؟"وہ سوچ ہی رہی تھی کہ ان کے نام سے ہی کال موصول ہو گئی۔وہ تو حیرت کا مجسمہ بن گئی۔بھلا اتنی جلدی دلی مراد پوری ہوا کرتی ہے ؟

اس نے خود کو کمپوز کرتے کال اٹھائی۔مقابل نے اسے پکارا۔

"نور"

"دادا"اس نے نہایت عقیدت سے اس نام کو پکارا تھا۔

www.novelsclubb.com

"واپس آجاو نور" ان کا لہجہ بہت سارے راز پوشیدہ رکھے ہوئے تھا۔

"کیا ہوا دادا؟"

وہ گھبرا ہی گئی۔

"عائشہ کو تمہاری ضرورت ہے۔" وہ بے بسی سے بولے۔ نور کا ذہن مختلف اندیشوں میں جکڑنے لگا۔

"کیا مطلب؟" وہ بیڈ سے کھڑی ہو چکی تھی۔ اسے کچھ غلط ہونے کا احساس ہو رہا تھا۔

"عائشہ کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے اور وہ بہت نازک صورتحال میں ہے۔"

www.novelsclubb.com

اور زخرف کو لگا جیسے کسی نے اس کی شہ رگ کاٹ دی ہو۔

"وہ ٹھیک ہیں نا دادا؟ پلیز مجھے بتائیں وہ ٹھیک ہیں۔" وہ تڑپ کر بولی۔

"وہ ٹھیک نہیں ہے نور۔ تمہیں اس کے پاس ہونا چاہئے۔" انہوں نے اسے تسلی دینے کی بھی کوشش نہ کی۔ فون کٹ گیا۔

اس کے ہاتھوں میں جان باقی نہ رہی۔فون زمین پہ گر گیا اور وہ۔۔۔وہ تو زیر زمین دھنس گئی۔

وہ تیزی سے پیکنگ کرنے لگی۔اسے کسی چیز کا ہوش نہ تھا۔اسے بس پاکستان جانا تھا۔ابھی اور اسی وقت جانا تھا۔وہ ایمرجنسی فلائٹ بک کروا چکی تھی۔ اب اسے ائیر پورٹ کے لیے نکلنا تھا۔

اسی وقت اس کے دروازے پہ دستک ہوئی۔اس نے ہڑبڑی میں دروازہ کھولا تو سامنے توصیف کو کھڑا پایا۔وہ اسے شوٹنگ کے لیے سکرپٹ دینے آیا تھا۔ ساتھ ہی فلم سے متعلق کچھ مشورہ بھی کرنا تھا کیونکہ یہ لڑکی کافی ذہین واقع ہوئی تھی۔اور یہ بات وہ اس سے ہونے والی اپنی پہلی ملاقات میں ہی اندازہ لگا چکا تھا۔

"تم ٹھیک ہو نور؟" وہ اس کی اڑی رنگت دیکھ کر بولا۔وہ اجلت میں تھی۔

"نہیں" وہ لیپ ٹاپ کو بیگ میں ٹھونستے ہوئے بولی۔ توصیف نے ٹیبل پہ سکرپٹ رکھی۔

"کیا ہوا ہے؟" وہ پریشانی سے متفسر ہوا۔ پھر اچنبھے سے اس کو پیکنگ کرتے دیکھا۔ جانے اس لڑکی کو کیا ہو گیا تھا؟

"میری ماما کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔ میں اسی وقت پاکستان واپس جا رہی ہوں۔" اس نے پھولے سانس کے بیچ بتایا۔ پریشانی، گھبراہٹ، تکلیف، بے صبری ان سب کی ایک کیفیت ہوتی ہے جو اس وقت تمام کی تمام اس میں دکھائی دے رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

وہ تو اس کی بات سن کر ہی پریشان ہو گیا۔

"دیکھو نور تمہاری ماما ٹھیک ہو جائیں گیں۔ مجھے سن کر افسوس ہوا۔ اللہ انہیں صحت دے۔ مگر کانٹریکٹ کے مطابق تم فلم کو ادھورا چھوڑ کر نہیں جا سکتی۔ میرا بہت پیسہ لگا ہے اس پہ۔ یہ انتہائی نان پروفیشنل رویہ ہے۔ تمہارا

کیریئر خراب ہو سکتا ہے۔" وہ پریشان ہی تو ہو گیا تھا۔اس فلم کا ایک پورا حصہ برلن میں شوٹ ہونا تھا جس میں نور کی موجودگی لازم تھی۔ وہ اپنے سامنے خود کو برباد ہوتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

"بھاڑ میں گیا کانٹریکٹ، پروفیشن اور کیریئر۔ میرے لیے میری ماں سے زیادہ کچھ اہم نہیں ہے۔ان کی خاطر میں پوری دنیا کو آگ لگا دوں۔"

اس نے غصے اور افسوس کی کیفیت میں چیخ کر کہا۔اسے کم از کم توصیف سے ان الفاظ کی امید نہ تھی۔ مگر وہ کیا کہتے ہیں کہ امید تو ہوتی ہی اس لیے ہے کہ ٹوٹ جائے اور انسانوں سے امید تو ٹوٹنے کے لیے ہی رکھی جاتی ہے۔

www.novelsclubb.com

"ریلیکس ہو جاؤ نور۔ ٹھنڈے دماغ سے سوچو۔" وہ اسے کندھوں سے تھام کر صوفہ پہ بٹھاتے ہوئے بولا۔اسے نور کو برلن سے جانے سے روکنا تھا۔

"میرا دماغ کام نہیں کر رہا سنا تم نے۔اس وقت میں جس کیفیت میں ہوں تم نہیں سمجھ سکتے۔" وہ اپنا سر ہاتھوں میں تھامتے ہوئے اذیت کی انتہا میں بولی۔

"میں سمجھ سکتا ہوں لیکن۔۔۔"

"میں نے کہا نا کہ تم نہیں سمجھ سکتے۔میری ماں کے پاس میرے علاوہ کوئی نہیں ہے۔سنا تم نے؟" وہ شدت کرب سے کہہ رہی تھی۔

"میری ماں کو میری ضرورت ہے۔تم سن رہے ہو؟" وہ رو دی۔

"اوکے ریلیکس۔تم پاکستان چلی جاو۔لیکن تم برلن واپس آو گی نور"

توصیف نے یہ نور کبھی نہیں دیکھی تھی۔اور وہ دیکھنا بھی نہیں چاہتا تھا۔وہ فلم ڈائیریکٹر تھا۔اس نے بہت ساری ہیروئیز کے ساتھ کام کیا تھا۔مگر یہ لڑکی منفرد تھی۔وہ اسے کھونا نہیں چاہتا تھا۔یہ لڑکی اسے بہت ترقی دلوا سکتی تھی۔اس کا بخت بہت بلند تھا۔

"دعا کرو کہ مجھے کبھی دوبارہ برلن نہ آنا پڑے۔" وہ اذیت سے بولی۔چند دنوں میں برلن میں جو اس کے ساتھ ہو گیا تھا وہ اس شہر پہ لعنت بھیجنا چاہتی تھی۔

وہ صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ بریف کیس کو بیڈ سے نیچے اتارا۔ کندھے پہ بیگ ڈالا۔ فون کو اونی کوٹ کی جیب میں ٹھونسا۔

"کاش کہ میں یہ دعا کر پاتا۔"

وہ نہایت دھیمی آواز میں گویا ہوا۔ اپنی فلم کی تباہی کی دعا وہ خود نہیں کر سکتا تھا۔

نور سامان تھامے کمرے سے نکل گئی۔ توصیف اپنی کنپٹی مسلنے لگا۔ اس کے لیے بہت بڑی مصیبت کھڑی ہو چکی تھی۔ وہ دل سے اس کی ماں کی زندگی کے لیے دعا گو ہوا۔ یہی صورت تھی کہ وہ واپس آتی۔

وہ ٹیکسی میں بیٹھ چکی تھی۔ برلن اسے وحشت زدہ کر رہا تھا۔ اس کا دم گھٹ رہا تھا۔ اسے جلد از جلد واپس جانا تھا۔ اپنے ملک، اپنوں کے پاس

وہ حدید عالم کے شہر سے جا رہی تھی۔

اور اس بات کا الہام اس کو ہو چکا تھا کیونکہ جو خبر اسے ملی تھی وہ اسے یہ سمجھانے کو کافی تھی کہ وہ زخرف نور کو دیکھنے کے لیے بھی ترس جائے گا۔

کانفرنس میں صحافیوں کا پینل بیٹھا ان سے مختلف سوالات پوچھ رہا تھا جس کے جوابات وہ نہایت حکمت کے ساتھ دے رہے تھے۔اس مقام تک پہنچتے ہوئے وہ تمام گر سیکھ چکے تھے۔اب ہر صورتحال کو وہ آسانی سے نپٹا لیتے تھے۔

"سر ہمیں علم ہوا ہے کہ آپ اپنی جگہ پہ اپنے پوتے برہان کمال کو لے کر آنا چاہتے ہیں؟"ایک خاتون صحافی نے سوال پوچھا۔

"میں سیاست کو خاندانی جاگیر بنانے کے حق میں نہیں ہوں۔اگر میرا پوتا خود کو قابل ثابت کرے گا تو ہی اس مقام تک آئے گا۔"انہوں نے ٹھوس لہجے میں کہا۔جس سے صحافی کافی متاثر ہوئے۔

"سر برہان کمال تو پاکستان میں ہوتے ہی نہیں تو وہ خود کو ثابت کیسے کریں گے ؟" دوسرے صحافی نے اپنا سوال داغا۔

"وہ خود چاہے پاکستان نہ ہو لیکن ہے تو پاکستانی ہی۔اور وطن کی مٹی سے تو ہر انسان کو محبت ہوتی ہے۔" انہوں نے نہایت صفائی سے پوتے کا دفاع کیا۔

"کیا آپ کے گھر کا کوئی اور فرد بھی سیاست میں آئے گا؟" صحافیوں میں سے ایک نے تجسس آمیز لہجے میں پوچھا۔

"آپ صاف پوچھ سکتے ہیں کہ آپ کس کی جانب اشارہ کر رہے ہیں۔" وہ مسکرا کر بولے۔

"سر خبریں گردش کر رہی ہیں کہ آپ کی نواسی بھی سیاست میں داخل ہونے والی ہیں۔"

www.novelsclubb.com

"آپ کو دعا کرنی چاہیئے کہ میری نواسی کا دل سیاست کی جانب آجائے۔ کیونکہ وہ ایک بہترین لیڈر ثابت ہو گی۔"

وہ نہایت محبت اور خلوص سے بولے۔ٹی وی پہ ان کی پریس کانفرنس دیکھتی مائدہ بیگم کو شدید افسوس ہوا۔وہ ڈھکے چھپے اور کھلے عام ہر طرح صرف اپنی نواسی کو ہی داد دیتے تھے۔ برہان کمال تو کہیں پر بھی نہیں تھا۔انہوں نے دکھ سے ٹی وی بند کیا۔جانے بابا کب اپنے پوتے کو بھی ایسے ہی داد دیتے؟

"سر ایک ضروری خبر ہے۔"ان کے سیکرٹری نے ان کے کان کے پاس جھک کر کہا۔

"بعد میں"

"سر آپ کو اس خبر کا علم ہونا چاہیئے۔"اس کے چہرے پہ پریشانی نمایاں تھی۔وہ گھبرایا ہوا تھا۔

www.novelsclubb.com

"بولو"

"میم عائشہ کا روڈ ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔وہ بہت نازک صورتحال میں ہیں۔"

اور ایک لمحہ نہ لگا وہ بھول چکے تھے کہ وہ کہاں موجود ہیں۔

"ہسپتال چلو فورا"

وہ کرسی سے اٹھتے ہوئے بولے۔

"سر آپ کانفرنس چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں؟"ایک صحافی نے ان کو جاتے دیکھ استفسار کیا۔

"سوری فلحال میں آپ کے سوالات کے جوابات نہیں دے سکتا۔میری بیٹی ہاسپٹل میں ہے۔اس کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔مجھے ابھی جانا ہوگا۔"

وہ آگے بڑھتے گئے اور کیمرے کی تصویر سے اوجھل ہو گئے۔خبروں میں منسٹر دانیال کمال کی بیٹی کے ایکسیڈنٹ کی خبریں موضوع بن چکی تھیں۔

اس حادثے کی خبر نے اس کی دنیا ہلا کر رکھ دی تھی۔ پہلا خیال اسے نور کا آیا تھا۔

وہ اپنی ماں کو لے کر حساس ہے بلکہ شاید حساسیت سے بھی اگلے درجے پہ ہے یہ بات وہ بخوبی جانتا تھا۔

والدین کو کھونا بہت بڑا نقصان ہوتا ہے جس کی بھرپائی کبھی نہیں ہو پاتی۔ وہ اس نقصان کا شکار ہوا تھا لیکن کبھی نہیں چاہتا تھا کہ زخرف کو یہ محرومی برداشت کرنی پڑے۔ وہ اپنے باپ کو کھو چکی تھی جس کے قاتل کی تلاش میں آج تک سر گرداں تھی۔ اگر اس کی ماں کو کچھ ہو جاتا تو وہ زخرف نور کو کھو سکتا تھا۔ یہی سوچ اس کا سکون و قرار لے اڑی تھی۔

کافی سوچ و بچار کے بعد اس کے ذہن نے ایک فیصلہ لیا اور اسی پہ عمل درآمد کروانے کے لیے وہ زید کو اپنے پاس گھر بلا چکا تھا۔

اس وقت وہ اس کے سامنے موجود تھا اور وہ زید کو تمام حالات بتا رہا تھا۔

"زید تمہیں اس کے ساتھ ہی پاکستان جانا ہے۔ مگر اسے علم نہیں ہونا چاہئے۔" ساری تفصیل بتانے کے بعد اس نے اپنا فیصلہ سنایا۔

"لیکن میرا جانا کیوں ضروری ہے؟"

"کیونکہ برلن میں اس پہ ایک بار جان لیوا حملہ ہو چکا ہے اور دوسری بار کچھ غلط ہوتے ہوتے بچا ہے۔ کوئی تو ہے اس کا دشمن۔ اور میں نہیں چاہتا کہ وہ زخرف کی غائب دماغی کا فائدہ اٹھائے۔"

www.novelsclubb.com

"تمہیں نہیں لگتا تمہیں خود جانا چاہئے۔" زید نے اسے یہ مشورہ دینا ضروری جانا۔

"وہ مجھ پہ بھروسہ نہیں کرتی۔" کس دل سے اس نے یہ کہا یہ وہی جانتا تھا۔

دل میں درد اٹھا تھا۔

"وہ تو مجھ پہ بھی نہیں کرتی۔" زید نے دوبدو کہا۔

"اس نے تمہیں کافی پلائی ہے جس کا مطلب ہے کم از کم وہ تمہارے ساتھ تحفظ ضرور محسوس کر رہی ہے۔"

"وہ صرف مروتاً یہ کر رہی تھی۔اور آخر تک وہ مجھے مشکوک نگاہوں سے ہی دیکھتی رہی ہے۔" وہ ایک کاریگر انسان تھا۔اسے لوگوں کے رویوں سے ان کے دل کا حال جاننا آتا تھا۔

"وہ سب چھوڑو۔تمہاری ٹکٹ میں بک کروا چکا ہوں۔ تمہیں ابھی ائیر پورٹ کے لیے نکلنا ہے۔مجھے ساری خبر دیتے رہنا۔"

وہ اسے صوفے سے اٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

"کیا مجھے اس کی ماما کے پاس ہاسپٹل بھی جانا ہو گا؟" دروازے کے پاس پہنچ کر زید نے پوچھا۔

"نہیں اس کی ضرورت نہیں پڑے گی۔" لہجے میں سنجیدگی عیاں تھی۔ وہ کسی منصوبے کو ترتیب دے رہا تھا۔

"کیوں؟" اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ پھر وہ پاکستان جا کس لیے رہا ہے۔ صرف راستے میں اس کی سیکیورٹی کے لیے۔ اور کیا وہ اتنی اہم ہے حدید کے لیے کہ وہ یہ سب کر رہا ہے۔ وہ سب سمجھنے سے قاصر تھا۔

"جلد جان جاو گے۔"

جانے وہ کیا کرنے کا ارادہ باندھے ہوئے تھا۔ جانے اس بار حدید عالم کس پلان کو اتفاق بنانے والا تھا۔

----

www.novelsclubb.com

وہ پاکستان لوٹ آئی تھی۔اپنے ملک کی فضامیں اس کے سانس کی روانی کچھ بہتر ہوئی تھی۔اپنوں کی مہک نے اس کے تڑپتے دل کو کچھ تقویت بخشی تھی۔

وہ ائیر پورٹ کے باہر مضطرب سی کھڑی تھی۔بے چینی اس کے وجود میں عیاں ہورہی تھی۔اسے جلد از جلد ہاسپٹل جانا تھا۔محمود آغا نے کہا تھا وہ اسے لینے آئیں گے۔ورنہ وہ ایک پل نہ رکتی۔اس نے نظر ادھر ادھر گھما کر انہیں تلاشنا چاہا تو نگاہ مطلوبہ شخص پہ ٹھہر گئی۔وہ اسی کی طرف آرہے تھے۔ کوئی شک نہیں تھا کہ آدم محمود کو وقار اپنے باپ سے وراثت میں ملا تھا۔وہ تیز قدموں سے اس کی طرف آرہے تھے اور وہ اس سے زیادہ تیزی سے ان کی طرف جارہی تھی۔

ان کے پاس پہنچتے وہ ان کے گلے آلگی۔کتنے دنوں بعد اسے محفوظ پناہ گاہ ملی تھی۔مگر کاش حالات مختلف ہوتے۔

www.novelsclubb.com

"دادا" اس نے تکلیف سے پکارا۔ اس کی آنکھیں روئیں روئیں تھیں۔ سرخی مائل چہرے پہ جابجا آنسو کے نشانات تھے۔

"مجھے ماما کے پاس لے جائیں۔" وہ پھر سے رو پڑی۔ اس کا دل بے حد بھاری ہو رہا تھا۔ پورا راستہ وہ روتی آئی تھی۔ لیکن آنسو تھے کہ تھم نہیں رہے تھے۔ اپنے سب سے عزیز رشتہ کو کھونے کی سوچ ہی انسان کو دوزخ میں پھینک دیتی ہے اور وہ کئی گھنٹے اس آگ میں جلی تھی۔ اسے تو اپنا وجود ہی خاکستر ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔

"چلو بیٹا" وہ اس کو بانہوں کے حصار میں لیے گاڑی کی طرف بڑھے۔ چاہ کر بھی وہ اسے تسلی نہیں دے پا رہے تھے۔ شاید انہیں خود تسلی کی ضرورت تھی۔ ان کا چہرہ کرب زدہ تھا۔ بیٹے کے بعد بہو کو کھونے کی سوچ بھی تکلیف دہ تھی۔ اور اس نقصان کے بعد جو نقصان ان کی پوتی کا ہوتا یہ سوچ ہی انہیں خوفزدہ کر رہی تھی۔

ان کا ڈرائیور گاڑی میں زخرف کا سامان لوڈ کر کے گھر لے کر جانے والا تھا۔
وہ ٹیکسی کی طرف آئے اور ہسپتال کے لیے روانہ ہوئے۔

پورا راستہ خاموشی ان کے درمیان حائل رہی۔ بس نور کی سسکیوں کی آواز تھی جو محمود آغا کا کلیجہ چیر رہی تھی۔ لیکن وہ خاموش تھے۔ انہوں نے اسے اپنے سینے سے لگایا ہوا تھا۔ اپنی انگلیاں اس کے بالوں میں چلا کر وہ اسے پرسکون کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ مگر اس کا سارا سکون فرار تھا۔ بابا کی موت کے وقت وہ اتنی بڑی نہیں تھی کہ اپنوں کو کھو دینے کی حدت محسوس کرتی۔ مگر اب وہ اتنی بڑی تھی کہ ہر احساس جان لیوا ثابت ہو رہا تھا۔

ٹیکسی نے جھٹکا لیا تو وہ فوراً سیدھی ہوئی۔ وہ ہسپتال کے سامنے موجود تھے۔
وہ تیزی سے گاڑی سے باہر نکلی۔ اسے جلد از جلد اندر جانا تھا۔ محمود آغا فوری اس کے پیچھے ہو لیے۔ وہ تقریباً بھاگتے ہوئے اندر بڑھی۔

اس نے زندگی میں کبھی اتنا سرد ماحول محسوس نہیں کیا تھا جتنا اس وقت کر رہی تھی حتی کہ برلن کی سردی بھی اس سرد پن کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ اس کا وجود کپکپاہٹ کا شکار تھا۔

سفید ماربل پہ پڑنے والے اس کے قدموں کی آواز آہستہ آہستہ مطلوبہ مقام تک جا رہی تھی۔ کیونکہ محمود آغا جانتے تھے کہ وہ کس کمرے میں ہے اور وہ اس کے ساتھ تیزی سے آئی سی یو کی طرف بڑھ رہے تھے۔

مطلوبہ کمرے کے باہر پہنچ کر قدموں کی چاپ تھمی۔ گہرے سانس بھرتے اس نے خود کو بمشکل کمپوز کیا۔ ٹانگیں اس حد تک شل تھیں کہ وہ بمشکل اپنے قدموں پہ کھڑی تھی۔ ابھی انہیں پہنچے چند منٹ ہی ہوئے تھے کہ ایک ڈاکٹر باہر آیا اور محمود آغا سے مخاطب ہوا۔

"حادثہ نہایت جان لیوا تھا۔ ان کا بہت خون بہہ چکا ہے۔ ہمیں فوری طور پہ مزید خون کی ضرورت ہے۔" محمود آغا خون کا بندوبست کروا کر ہی اسے

www.novelsclubb.com

لینے گئے تھے مگر اب مزید خون درکار تھا۔کاش کہ ان کا بلڈ گروپ میچ کر جاتا۔

"میرا۔۔۔میرا خون لے لیں۔" وہ فوری اپنا بازو آگے کرتے ہوئے بولی۔

"آپ کا بلڈ گروپ کیا ہے؟" ڈاکٹر نے پوچھا تو نور نے اپنا بلڈ گروپ بتایا۔

"سوری مگر یہ بلڈ گروپ میچ نہیں کرتا۔" یہ بات تو وہ بھی جانتی تھی مگر یہ حادثہ اس کی سوچنے سمجھنے کی ساری صلاحیت لے گیا تھا۔

"میرا بلڈ گروپ میچ کرتا ہے۔" یہ آواز انہیں اپنی پشت سے سنائی دی تھی۔ ڈاکٹر نے آواز کی جانب دیکھا اور نور تو دیکھے بغیر بھی جانتی تھی کہ یہ دانیال کمال تھے۔

"مسٹر دانیال کمال؟" ڈاکٹر نے حیرت سے انہیں دیکھا۔انہیں کون نہیں جانتا تھا۔

"سر آپ مریض کے رشتہ دار ہیں؟"ڈاکٹر نے ان سے استفسار کیا۔

"میں باپ ہوں عائشہ کا" یہ جملہ بولتے ہوئے انہیں شدت سے احساس ہوا کہ وہ کتنے عرصے سے اپنی بیٹی سے بھی یہی کہنا چاہتے تھے۔

"نانا"نور پلٹی اور ان کے گلے سے جا لگی۔

"رو و مت نور۔وہ ٹھیک ہو جائے گی۔"وہ اس کی پشت پہ تھپکی دیتے دلاسہ دینے لگے۔

"چلیں پلیز۔ہمیں فوری خون درکار ہے۔"ڈاکٹر نے انہیں فوری چلنے کی تاکید کی جس پہ وہ نور کو پیار سے پیچھے ہٹاتے ان کے پیچھے ہو لیے۔

اس سرد ماحول میں وہ ٹھنڈے فرش پہ بیٹھتی چلی گئی۔عائشہ اس کو یوں دیکھ لیتی تو کہتی

"نور اٹھو شاباش۔ تم جانتی ہو نا کہ تمہیں سردی سے مسئلہ ہے۔ بیمار پڑ جاو گی۔ جانتی ہو نا کہ عائشہ کے پاس نور کے سوا کوئی نہیں ہے۔"

یہ خیالات۔۔۔وہ ان خیالات کو حقیقت کے رنگ میں دیکھنا چاہتی تھی۔

"یااللہ! میری ماں کو زندگی دے دیں۔" وہ اس رب سے مانگنے لگی جس نے ہمیشہ دیا تھا کیونکہ وہی دینے پہ قادر ہے۔

"میرا وجود خاک ہونے سے بچا لے۔" وہ اللہ سے التجا کرنے لگی۔

"یااللہ!"

وہ شدت سے رونے لگی۔ تڑپتے دل کی پکار بھی دعا ہوتی ہے۔ اور وہ تڑپ کر اللہ کو پکار رہی تھی۔

"نور سنبھالو خود کو۔" محمود آغا پنجوں کے بل اس کے پاس بیٹھتے ہوئے اس کا سر تھپکتے ہوئے بولے۔

"مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا۔" وہ اپنا سینہ مسلنے لگی کیونکہ اس کا سانس بھی تھم رہا تھا۔

"میرا دل۔۔" اس نے اپنے دل پہ ہاتھ رکھا۔ "یہ بند ہو رہا ہے۔"

"تم اتنی کم ہمت نہیں ہو سکتی نور۔ تمہاری ماں نے تمہیں ہر حال میں صبر و حوصلہ سکھایا ہے۔" وہ اسے عائشہ کا نام لے کر پر سکون کرنا چاہ رہے تھے۔

"ماں کے بغیر سب ختم ہو رہا ہے۔"

"نور میرا بچہ" وہ ان سے لپٹ کر رونے لگی۔ آنسوؤں کے ذریعے دل کا بوجھ کچھ ہلکا ہونے لگا۔

www.novelsclubb.com

وہ تینوں آئی سی یو کے باہر موجود تھے۔ زخرف دیوار سے ٹیک لگا کر زمین پہ بیٹھی ہوئی تھی۔ دانیال کمال پلر کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑے تھے۔ اور

محمود آغا بنچ پہ بیٹھے ہوئے تھے۔اسی وقت ہمایوں کمال بھاگتے ہوئے وہاں پہنچے۔

"بابا! بابا عائشہ ٹھیک ہے؟" وہ ہانپتے ہوئے پہنچے تھے۔انہیں دانیال کمال کے سیکرٹری نے فون کر کے بتایا تھا اور وہ اسی وقت ہسپتال کے لیے نکلے تھے۔

"دعا کرو وہ ٹھیک ہو جائے ہمایوں" دانیال کمال کھوئے کھوئے بولے۔وہ نور کی طرف بڑھے۔

"نور میری بچی۔تم کب واپس آئی؟" انہوں نے نور کا سر چوم کر پوچھا۔

"ابھی تھوڑی دیر قبل ہی آئی ہے۔" جواب محمود آغا نے دیا کیونکہ وہ تو اس دنیا سے بیگانہ بیٹھی ہوئی تھی۔آنسو تھم چکے تھے۔مگر وہ اس حد تک کھوئی ہوئے تھی کہ ہمایوں کو خوف آیا۔

چند گھنٹوں کا یہ وقت اتنا طویل تھا کہ انہیں لگا برسوں بیت گئے۔ وقت اتنا سست بھی چلتا ہے یہ آج انہوں نے جانا تھا۔ امیدی اور ناامیدی کے چکر میں ڈولتے وہ شدت سے مثبت خبر کے منتظر تھے۔ بالآخر ڈاکٹرز دروازہ کھول کر باہر آئے۔ ایک ڈاکٹر وہیں رکا باقی وہاں سے چلے گئے۔

"مبارک ہو۔ مریض اب خطرے سے باہر ہے۔ مگر انہیں ہوش میں آنے میں کچھ دن بھی لگ سکتے ہیں۔" ڈاکٹر کے الفاظ نے جیسے انہیں نئی زندگی دے دی تھی۔ دانیال کمال نے فوری نور کو بلایا جو جامد بیٹھی تھی۔

"نور" اس کی پوزیشن میں کوئی فرق نہ آیا۔

"نور میرا بچہ" اب کی بار انہوں نے اسے ہلایا۔

"ہاں" وہ استفہامیہ انداز میں ان کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"عائشہ ٹھیک ہے۔" وہ رک رک کر بتانے لگے تاکہ وہ جذب کر لے۔

www.novelsclubb.com

"ماما" وہ اچانک اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہاں موجود سب لوگوں کی آنکھیں اس لڑکی کی اپنی ماں سے محبت دیکھ کر اشک بار ہوئی تھیں۔

"لیکن؟" آغا محمود کا دماغ تو اس لیکن میں ہی اٹک گیا تھا۔ انہوں نے ڈاکٹر سے استفسار کیا۔

"ان کے دماغ پہ گہری چوٹ آئی ہے۔ عموما ایسی حالت میں مریض اپنی یادداشت کھو بیٹھتا ہے۔ یا وہ اپنی میموریز خود بناتا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"آپ ابھی مریض کو دیکھ لیں۔ پھر میرے کمرے میں آجائیے گا۔ میں سب تفصیل سے ڈسکس کرنا چاہتا ہوں۔ اور ان کی بیٹی کو بھی لازما ساتھ لے کر آیئے گا۔" وہ زخرف کو دیکھ کر بولے جو جانے اپنے نانا سے کیا کہہ رہی تھی۔ وہ جس کے چہرے پہ اب جا کر سکون آیا تھا۔

"شکریہ ڈاکٹر" محمود آغا نے ڈاکٹر سے مصافحہ کیا تو وہ آگے بڑھ گئے۔

وہ چاروں بیک وقت اندر جانے لگے مگر نرس نے انہیں روک دیا۔

"ایک ایک کر کے مل لیں پلیز"

"میں جاؤں گی۔" زخرف فوری اندر بڑھی۔ باقی سب نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ سب کے چہرے پہ تھکاوٹ اور مسرت کا ملا جلا احساس تھا۔

وہ طویل مسافت کا تھکا مسافر معلوم ہو رہا تھا جسے ابھی تک منزل نہ مل پائی تھی۔ اس سفر میں اس نے اپنے ہر قریبی کو کھو دیا تھا۔ آج پھر وہ ماضی کے جھگڑوں میں قیدی بن چکا تھا۔ آج کئی دنوں بعد وہ اس کمرے میں لوٹا تھا۔ وہ جس میں اس کی یادیں محفوظ تھیں۔ وہ کمرہ جہاں وہ زخرف کے برلن آنے کے بعد نہیں آیا تھا۔ پہلی بار وہ اتنا عرصہ اس کمرے سے دور رہا تھا۔ شاید

پہلی بار وہ ماضی سے نکل کر حال میں آیا تھا۔ مگر اب پھر وہ ماضی میں دھکیلا گیا تھا۔ اس نے ایک ایک کر کے ان یادوں کو تصور کی آنکھ سے دیکھا اور دل کی گہرائی سے محسوس کیا۔

دفعتاً ایک تصویر کو ہاتھ میں تھاما۔ اور انگلی کی پوروں سے اس کو چھوا۔

"بابا"

دھیمی سی سرگوشی۔

"مجھ میں کسی اپنے کو کھونے کی ہمت نہیں رہی۔" وہ خود کو بتا رہا تھا۔ وہ باتیں جو وہ صرف خود سے کرنا چاہتا تھا وہ اپنے باپ کی تصویر پکڑ کر کیا کرتا تھا۔

"وہ اس وقت اس تکلیف سے گزر رہی ہے جس سے برسوں پہلے میں گزرا تھا۔ مگر میری دعا ہے کہ اس کے ساتھ وہ نہ ہو جو میرے ساتھ ہوا۔" وہ پوری شدت سے اس کے لیے دعا گو تھا۔

"بابا میں نے خود سے وعدہ کیا تھا کہ آپ کے قاتل سے بدلہ لیے بغیر پاکستان قدم نہیں رکھوں گا۔ لیکن اب۔۔۔ مجھے جانا ہو گا۔ کیونکہ۔۔۔" وہ بولتے بولتے رکا۔

"اس کیونکہ کا جواب میرے پاس نہیں ہے۔ لیکن مجھے وہاں جانا ہو گا۔ مجھے خود سے کیا عہد توڑنا ہو گا۔" اس نے جیسے ایک فیصلہ لیا تھا۔ جیسے ایک عہد توڑا تھا۔

تصویر کو واپس رکھ کر وہ کمرے کو مقفل کر کے باہر آیا۔ اور اپنے کمرے میں جا کر پیکنگ کرنے لگا۔

ایک بار وہ آئی تھی اس کے ملک، اس کے شہر

اب وہ جا رہا تھا اس کے ملک، اس کے شہر

وہ اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے آئی تھی

جبکہ وہ اپنے مقصد کو ادھورا چھوڑ کر جا رہا تھا۔

وہ برلن آئی تھی کیونکہ اسے راز جاننے تھے

وہ فیصل آباد جا رہا تھا کیونکہ اسے راز معلوم تھے۔

www.novelsclubb.com

____

وہ لوٹ آیا تھا اس ملک جہاں اپنے مقصد کی تکمیل کے بغیر نہ لوٹنے کا عہد کیا ہوا تھا۔

وہ لوٹ آیا تھا کیونکہ اسے اس کی ضرورت تھی۔

اور وہ اس کی خاطر اپنا ہر وعدہ، ہر اصول توڑ سکتا تھا۔

پاکستان کی سرزمین پہ قدم رکھتے کتنے ہی زخم تازہ ہوئے تھے۔روح کیسے چھلنی ہوئی تھی، جسم کس اذیت کا شکار ہوا تھا یہ کوئی حدید سے پوچھتا۔

وہ موت، وہ لاش، وہ تھپڑ، وہ جیل، وہ اندھیرا، وہ ٹارچر، وہ سیاہی سب تازہ ہوا۔

وہ فیصل آباد ائیر پورٹ پہ اپنا بیگ گھسیٹ رہا تھا۔

("ڈیڈ مجھے بابا کی قبر پہ جانا ہے۔آپ کچھ دن سب دیکھ لیجئے گا۔")

("حدید سب ٹھیک ہے نا؟")

("سب ٹھیک ہے بس ایک بار ان کی قبر پہ جانا چاہتا ہوں۔اپنے خوف سے لڑنا چاہتا ہوں۔میں واپس پاکستان جانا چاہتا ہوں۔")

("ضرور بیٹا۔میں چاہتا ہوں کہ تم اپنے ہر خوف پہ فتح حاصل کر لو۔میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔اس بار جو حدید برلن آئے وہ ناقابل شکست

ہو۔" وہ اس کے گلے لگتے ہوئے بولے۔ انہیں حدید کی ذہنی صحت بہترین چاہئے تھی۔)

("ایسا ہی ہو گا۔" آنکھوں میں سرد تاثر عیاں تھا۔)

وہ ایک گاڑی کے سامنے آ کر رکا۔ زید جو گاڑی کے دروازے سے ٹیک لگا کر کھڑا تھا اس نے حدید کو دیکھتے مسکراہٹ اچھالی مگر وہ سپاٹ چہرہ لیے گاڑی میں آ کر بیٹھ گیا۔ زید کو اس کی سنجیدگی سے الجھن ہونے لگی تھی۔

"اس کی ماما اب ٹھیک ہیں حدید" اس نے حدید کی سنجیدگی کا یہی مطلب اخذ کیا۔ ایک لڑکا گاڑی میں سامان لوڈ کرنے لگا۔

"جانتا ہوں۔"

"کیا ہوا حدید؟"

"کچھ نہیں ہوا تم سوال پوچھنا بند کرو گے؟"

وہ اکھڑے لہجے میں بولا تو وہ خاموش ہو گیا۔ سامان لوڈ ہوا تو اس نے گاڑی ائیر پورٹ کی حدود سے باہر نکالی۔

تین دن بعد عائشہ کو ہوش آیا تھا۔ سر درد کے باعث وہ صرف چند پل ہوش میں آئیں اور پھر بے ہوش ہو گئیں۔ تین دن سے زخرف اسی حلیے میں ان کے سراہنے بیٹھی تھی۔ کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ وہی لڑکی ہے جو ہر وقت نک سک تیار ہوتی تھی۔ اس کے چہرے پہ مٹے مٹے سے آنسوؤں کے نشان تھے۔ لباس میلا ہو رہا تھا۔ وہ ایک بار اپنی ماں سے بات کرنا چاہتی تھی۔ پھر وہ کپڑے بھی تبدیل کرلے گی اور واپس اپنی جون میں بھی آجائے گی۔ اس وقت ہسپتال میں صرف وہی موجود تھی۔ دادا کو کسی اہم کام کے سلسلے میں جانا پڑا تھا اور نانا کی حالت دیکھ کر انہوں نے خود ہمایوں کمال کو کہہ کر انہیں گھر بھجوایا تھا۔ اس دوران برہان پل پل اس کو تسلی دیتا رہا تھا۔ وہ حقیقتا ایک

www.novelsclubb.com

بہترین دوست ثابت ہوا تھا۔ ہر پل ساتھ نبھانے والا۔ ہر مشکل وقت میں کھڑا رہنے والا۔ دوسرے ملک بیٹھ کر بھی اس نے اپنے فرض میں کوتاہی نہیں کی تھی۔ وہ دل سے اس کی دوستی پہ مشکور و ممنون تھی۔

اچانک اسے ڈاکٹر کی کہی باتیں یاد آئیں۔

"مریض کے دماغ میں چوٹ آئی ہے۔ ایسی حالت میں وہ ایک بیماری کا شکار ہو سکتی ہیں۔" ڈاکٹر اپنی سربراہی کرسی پہ بیٹھا انہیں تمام حالات سے آگاہ کرنا چاہتا تھا۔

"کونسی بیماری" اس وقت وہ اپنے دادا کے ساتھ ڈاکٹر کے کمرے میں ان کے سامنے والی کرسیوں پہ بیٹھے تھے۔ چہرہ فکر میں مبتلا تھا۔

"Confabulation"

"یہ کیسی بیماری ہے؟"زخرف نے متفکر و پریشان لہجے میں استفسار کیا۔یقینا وہ پہلی بار اس بیماری کا نام سن رہی تھی۔

"پ۔۔۔پا۔۔۔پانی"وہ اپنی ماں کے ممتا سے بھرپور چہرے کو تکتی ڈاکٹر کی کہی باتوں کو سوچ رہی تھی جب عائشہ کی بڑبڑاہٹ سنائی دی۔اس نے فورا ارد گرد دیکھا مگر پانی نہیں تھا۔وہ فورا باہر بھاگی تاکہ پانی لا سکے۔کنٹین سے پانی کی بوتل لیے وہ پھرتی سے کمرے کی طرف آئی۔دروازہ کھول کر ابھی اس نے پہلا قدم ہی اندر رکھا تھا کہ اندر سے آنے والی آواز نے اسے وہیں ساکت کر دیا۔

www.novelsclubb.com

"حدید"

یہ نام اس کے لیے نیا نہیں تھا۔یہ آواز اس کی ماں کی تھی۔

"کہاں تھے تم بیٹا"

عائشہ، حدید کا ہاتھ تھامے اس سے پوچھ رہی تھی۔ حدید ان کی طرف جھکا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پہ کوئی تاثر نہیں تھا۔

زخرف صدمے اور حیرت سے ان کی طرف دیکھنے لگی۔ وہ حدید کو کیسے جانتی تھیں؟

"جانتے ہو نا کہ میرے پاس تمہارے سوا کوئی نہیں بچا۔" وہ آگے بھی بول رہی تھیں۔

نور دیوار سے جا لگی۔ پانی کی بوتل پہ گرفت سخت ہوئی۔

(اس بیماری میں مریض خود سے میموری بناتا ہے یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اشخاص تبدیل کر دے۔)

"تم برلن سے کب واپس آئے؟" ممتا سے بھرپور لہجے میں وہ سامنے کھڑے حدید سے پوچھ رہی تھیں۔

("وہ اپنی یادداشت سے کئی باتیں بھول جاتا ہے اور پھر خود سے ان باتوں کو تشکیل دیتا ہے۔")

"میرے ساتھ کیا ہوا تھا؟" اچانک خود کو ہسپتال کے بیڈ پہ دیکھ کر وہ پریشانی سے پوچھنے لگیں۔

("انہیں اپنی زندگی کے بہت سے واقعات وحادثات بھول جاتے ہیں۔")

وہ اپنے پیروں پہ کھڑی نہیں ہو پا رہی تھی۔ بوتل پہ اس کے ہاتھ کی گرفت ختم ہوئی تو وہ ایک آواز کے ساتھ زمین پہ گری۔ ان دونوں نے اس آواز کی سمت دیکھا۔ حدید نے اس کو دیکھا۔ وہ صدمے سے چور بے بسی کی مورت نظر آئی۔ شاید وہ سب سن چکی تھی۔ سمجھ تو حدید کو بھی نہیں آ رہا تھا کہ ہو کیا رہا ہے مگر اس کا ذہن کچھ غلط ہونے کا عندیہ دے رہا تھا۔

"یہ کون ہے؟" عائشہ نے زخرف کی طرف دیکھتے استفہامیہ پوچھا تو نور کے ساتھ ساتھ حدید کو بھی جھٹکا لگا۔ اس کی ماں اسے نہیں پہچان رہی تھی۔ یہ

کیسا بھیانک مذاق تھا۔پر نہیں یہ تو تلخ حقیقت تھی جس نے زخرف کی ساری زندگی تہس نہس کر کے رکھ دی تھی۔

"ماما میں آپ کی نور۔" وہ خود کو گھسیٹ کر ان کے پاس آتے ہوئے اپنا کا تعارف کروانے لگی۔اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ اسے اپنی ماں کو یہ بتانا پڑے گا کہ وہ ان کی بیٹی ہے۔

"حدید یہ لڑکی مجھے ماما کیوں کہہ رہی ہے؟" وہ دقت سے بول پائیں۔شاید ان سے ابھی آسانی سے بولا نہیں جا رہا تھا۔پھر جواب طلب نگاہوں سے حدید کو دیکھا۔جو سنجیدگی سے صورت حال کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"تم نے اس سے شادی کر لی ہے کیا؟" وہ اس لڑکی کا خود کو ماما کہنے کا یہی مطلب سمجھیں۔حدید تو بت بن چکا تھا۔زخرف کی روح تک چھلنی ہو گئی تھی۔

"ماما میں آپ کی بیٹی ہوں۔" وہ تڑپ کر بولی۔ جس پہ عائشہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔ پھر اپنی آنکھوں اور دماغ پہ زور ڈالا۔ سوچنے کے باعث ان کا سر درد کرنے لگا تھا۔

"مجھے پہچانیں ماما ورنہ میرا دل بند ہو جائے گا۔" وہ اپنے دل کو مسلتے ہوئے بولی۔ کاش یہ سب مذاق ہو۔ وہ سب پہچان جائیں۔ وہ اسے پہچان جائیں۔

"یہ تو وہی لڑکی ہے نا جس سے تم شادی کرنا چاہتے تھے؟" وہ حدید سے مخاطب ہوئیں۔

("ایسا مریض جھوٹ نہیں بولتا۔ ان کا دماغ مسنگ چیزوں کو اپنے طریقے سے جوڑتا ہے اور وہ انہیں ہی سچ تسلیم کرتے ہیں۔")

"زخرف تمہیں ابھی یہاں سے چلنا چاہیے۔" وہ اسے کندھوں سے تھام کر عائشہ سے دور کرتے ہوئے بولا۔

"تم ہوتے کون ہو مجھے میری ماں سے دور کرنے والے؟ دفع ہو جاو یہاں سے۔" وہ اس کی گرفت سے آزادی حاصل کرتے ہوئے چیخی۔

"مام آپ کی بہو مجھ سے ناراض ہے میں اسے منا کر لاتا ہوں۔" وہ زخرف پہ اپنی گرفت مضبوط کرتے بمشکل اسے کمرے سے نکال کر باہر لایا۔

"آپ پلیز مریض کے چیک اپ کے لیے ڈاکٹر کو بلوا دیں۔" حدید نے کمرے کے باہر سے گزرتی ایک نرس کو مخاطب کر کے کہا جس پہ وہ ٹھیک ہے کہتی آگے بڑھ گئی۔ کوریڈور میں اکادکا لوگ ہی ادھر سے ادھر جا رہے تھے۔ باقی حصے کی نسبت اس جانب رش قدرے کم تھا۔

www.novelsclubb.com

"چھوڑو مجھے" وہ اس کے ہاتھوں کو خود سے دور ہٹا رہی تھی۔

"تماشا مت بناو زخرف" وہ پاس سے گزرتے عملے اور ایک دو لوگوں کو خود کی جانب دیکھتا پا کر بولا۔ وہ لڑکی ہوش و حواس کھو رہی تھی۔

"تماشا تو میرا بن گیا ہے۔ میری ماں مجھے نہیں پہچان رہی۔ وہ اپنی نور کو بھول گئیں۔" وہ گلوگیر لہجے میں بولتی اچانک ڈھیلی پڑی۔ حدید نے اسے سہارا دیا۔ اس نے مزاحمت ترک کر دی۔ وہ بمشکل اپنے پیروں پہ کھڑی تھی۔ مگر آہستہ آہستہ وہ زمین پہ بیٹھتی چلی گئی۔

ڈاکٹر اس کے پاس سے گزرتا کمرے میں داخل ہو گیا۔

حدید اس کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھا۔

"زخرف"

کیا کچھ نہیں تھا اس پکار میں مگر وہ کہاں سمجھتی تھی۔

"وہ تمہیں میری جگہ دے رہی ہیں۔" وہ اس سے اسی کا شکوہ کرنے لگی۔ وہ مان سے اسے سننے لگا۔

"تمہاری جگہ کوئی نہیں لے سکتا۔ میں بھی نہیں۔" حدید نے اس کی روئی روئی آنکھوں میں دیکھ کر باور کروایا۔ وہ اسے ہپناٹائز کر دیا کرتی تھی۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ تمہیں یہاں نہیں ہونا چاہیئے تھا۔" وہ اس کی یہاں موجودگی پہ سوال کر رہی تھی۔ اور اسے اس کا جواب دینا تھا۔

"میں تمہاری خاطر آیا ہوں زخرف" کاش وہ اس سے یہ کہہ پاتا۔ دل کے الفاظ دل میں ہی دب گئے۔

"میں ایک وعدہ توڑ کر ایک وعدہ نبھانے آیا ہوں۔" دھیمے سے لہجے میں کہا۔ ارد گرد کے سارے ماحول سے ماورا اس کے پاس زمین پہ بیٹھا حدید اس کی ہر خاطر سب چھوڑ کر آیا تھا۔ ہر مشکل کو قبول کرنے آیا تھا۔ اپنے ہر پلان کو تیاغ کر وہ صرف اس کے لیے یہاں موجود تھا۔

"کیا مطلب؟" وہ سمجھ نہیں پائی۔

"تم اتنا سمجھ لو کہ میں تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا زخرف۔ کبھی بھی نہیں۔" جانے کیوں وہ اسے یقین دلانے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ اس سے اس جملے کی توقع نہیں کر رہی تھی۔ وہ کیوں یہ بات کہہ رہا تھا۔ اسے اس کی یہ باتیں نہیں سننی تھیں۔

"ڈاکٹر نے کہا تھا کہ یہ بیماری درست ہونے میں بہت لمبا عرصہ لے سکتی ہے۔ یا شاید کبھی ٹھیک نہ ہو۔ میں اپنی ماں کے بغیر نہیں رہ سکتی۔"

وہ اس کی بات کو فراموش کرتے ہوئے اپنا دکھ اسے سنانے لگی۔ جانے کیوں لیکن وہ اسے سب بتانا چاہتی تھی۔ اسے کوئی سامعین چاہیے تھا جو اس کی سب تکلیفیں سنتا۔ اور حدید عالم کے روپ میں اسے وہ شخص مل گیا تھا۔

"تمہاری ماما تمہیں میری بیوی سمجھ رہی ہیں اور مجھے اپنا بیٹا" حدید نے کہا تو اس نے بے بسی سے سر ہلایا۔ لبوں کو کاٹتے خود کو مزید رونے سے باز رکھتے وہ بہت غمزدہ تھی۔

"میں آج بھی وہیں ہوں زخرف۔اس روز میں نے تم سے جو بات کہی تھی وہ آج بھی کہوں گا۔ مگر اب کی بار تم سے اجازت مانگوں گا۔" وہ کیا بول رہا تھا۔وہ یہ کیوں بول رہا تھا زخرف کچھ بھی سمجھنے سے قاصر تھی۔

"کیا تم خود کو میرے تحفظ میں دو گی زخرف؟" اس نے اپنا ہاتھ اس کے سامنے پھیلاتے ہوئے کہا۔

" باخدا تم پہ اور مام پہ ایک آنچ نہیں آنے دوں گا۔" وہ یقین دہانی کروا رہا تھا۔

"تم ماما کو کیسے جانتے ہو؟" اسے اس کے مام کہنے میں کچھ غیر فطری نہیں لگا۔ اس کی زبان سے یہ لفظ کسی منطق کے بغیر نکلا تھا۔یوں جیسے ان کا کوئی تعلق تھا جس سے وہ لاعلم تھی۔

"میں تم سے جڑے ہر رشتے کو جانتا ہوں۔" اس نے ابھی تک اپنا ہاتھ اس کے سامنے پھیلا رکھا تھا۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ اسے دھتکارے۔

"تم کون ہو حدید عالم؟" وہ اس کے چہرے کی طرف دیکھ کر بولی۔ وہ شخص۔۔وہ کوئی اجنبی نہیں تھا۔ یہ وہ جان چکی تھی۔ مگر وہ اسے کیوں نہیں جانتی تھی یہ بات وہ جاننا چاہتی تھی۔

"میں تمہارا محافظ ہوں زخرف۔" اس لڑکی کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا۔

"کیا تم مجھے اس فرض کو نبھانے کے لیے شرعی حیثیت سے موقع دو گی؟" وہ پھر پوچھ رہا تھا۔ وہ بار بار پوچھ سکتا تھا۔ وہ بار بار بھی انکار کرتی تو بھی وہ ہار نہ مانتا۔ وہ ہر بار اسی کے پاس آتا۔

"میں تم پہ بھروسہ کیسے کرلوں؟" کمزور سا جواز پیش کیا۔ وہ مان نہیں سکتی تھی۔

"تم اپنی ماں پہ تو بھروسہ کرتی ہو نا۔ بس اتنا جان لو کہ انہوں نے مجھے تمہارے لیے منتخب کیا ہے۔" جانے اس نے یہ الفاظ کیوں بولے تھے۔ مگر زخرف کے پاس انکار کا جواز نہیں بچا تھا۔

چند لمحے تھم تھم کر گزرے۔وہ اس کے معصوم چہرے کو دیکھتا رہا اور وہ اپنی ہی سوچ میں گم رہی۔

کئی لمحات کے وقفے کے بعد وہ محض ایک جملہ بولی۔

"ہم شادی کر رہے ہیں حدید عالم "اس نے اس کے پھیلائے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھا۔اس لمس نے حدید کو اندر تک مسرور کر دیا۔اور اس کو ایسا لگا جیسے کسی نے اسے جنت مل جانے کی نوید سنا دی ہو۔

جاری ہے۔۔۔

www.novelsclubb.com